ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ

غزل نمبر 2#

اشعار کی تشریح:

شعر نمبر۔1

ہزارو خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے   بہت نکلے میرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے

تشریح:

اس شعر میں شاعر مرزا اسداللہ خان غالبؔ انسان کی خواہشوں کے اُس گھڑے کے بارے میں بیان کرتا ہے جو کہ کبھی بھی نہیں مرتا۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر انسان کی ہر خواہش بھی پوری ہوجائے وہ پھر بھی مزید کسی چیز کی خواہش کردیتا ہے۔ شاعر کہتا ہے اب میرے دل میں بھی ہزاروں کی تعداد میں خواہشات ہیں جن کے لیے میں مرا جا رہا ہوں۔ اگر انسان کی کوئی خواہش پوری نہ ہو تو وہ اسے پورا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے وہ خواہش پوری نہ ہوسکتی ہو تو انسان کسی اور خواہش کو پورا کرنے کے درپے ہوجاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے انسان جب تک زندہ رہتا ہے اس کا دل نت نئی خواہشوں سے بھرا رہتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ انسان جو خواہش کرے وہ پوری ہوجائے۔شاعر کہتا ہے اگرچہ میری بہت سی خواہشیں پوری ہوچکی ہیں لیکن اپنے محبوب کو پانے کی خواہش اگر میں کروں تو اس خواہش پہ میرا دم نکل جائے گا۔ مگر وہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی۔

شعر نمبر۔2

ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا رہے گا اس کی گردن پر؟   وہ خوں جو چشم تر سے عمر بھریوں دم بہ دم نکلے

تشریح:

مرزا غالبؔ اس شعر میں اپنے محبوب کے اُس ڈر پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا محبوب ڈر رہا ہے کہ اگر میں نے اسے قتل کیا تو اس کے خون کا الزام مجھے قید خانے کی چوکھٹ تک لے جائے گا۔ شاعر اپنے محبوب کے اس ڈر کے جواب میں کہتا ہے اے محبوب اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ میرے خون کا الزام تجھ پر آئے گا تو یہ بلکل غلط ہے۔ کیوں کہ میرا تو سارا خون پہلے ہی میرے آنسوؤں کے ساتھ بہہ گیا ہے۔ میرے اندر خون کی ایک رتی باقی نہیں تو پھر میرے خون بہانے کا الزام تجھ پر کیسے آسکتا ہے۔ شاعر اسی خیال کو اور لہجے میں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اب قاتلوں کو تلوار چلانے میں کیوں تامل ہے۔ اگر وہ مجھے قتل کرے بھی تو اس پر الزام نہیں آئے گا۔

شعر نمبر۔3

نکلنا خُلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں، لیکن   بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

تشریح:

اس شعر میں شاعر میں حضرت آدمؑ کی اُس خط کا ذکر کرتا ہے جس کی بنا پر آدمؑ کو جنت سے نکالا گیا تھا۔ آدم نے شیطان کے بہکاوے میں آکر اللہ تعالی کی نافرمانی کی اور اللہ تعالی نے آدم کو جنت نکال کر دنیا میں بھیج دیا۔ شاعر اس واقعے سے اپنے دل کا درد محسوس کروانا چاہتا ہے اور اپنے محبوب سے گلہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے محبوب ہم نے تو ایسی کوئی خطا بھی نہ کی بلکہ ہمیشہ تیرے عشق میں مست رہے۔ پھر ہمیں تیری گلی سے اس قدر ذلیل کر کے کیوں نکالا گیا۔ شاعر کہتا ہے ہمیں تیری گلی ایسی ہی

محبوب ہے جیسے کہ تو خود۔ لیکن تو نے میرے جذبے کی کوئی قدر نہ کی اور اہل محلہ کے سامنے میرے تذلیل کر کے مجھے اپنی گلی سے نکال دیا۔

شعر نمبر۔4

بھرم کھل جائے ظالم تیرے قیامت کی درازی کا   اگر اس طُرۂ پُرپیچ و خم کا نکلے

تشریح:

اس شعر میں مرزا غالب فرماتے ہیں کہ عاشق کے لیے محبوب کی زُلفیں ایک بہت ہی عمدہ چیز ہے اور محبوب کی زُلفیں شاعروں کا ایک اہم موضوع ہے۔ شاعر اپنے اشعار میں اپنے محبوب کی زُلفوں کو بہت بڑھا چڑھا کے بیان کرتا ہے۔ اس شعر میں بھی مرزا غالب اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے محبوب تیری زُلفیں بہت حسین اور اتنی دراز ہیں کہ اگر ان کو کھولا جائے تو تیرے قددرازی کا راز فاش ہو جائے۔ شاعر کہتا ہے تیری زلفیں اگر اعتدال میں رہیں تو یہ تیری خوبصورتی ہے۔ لیکن اگر یہ کر سے نیچے چلی جائے تو یہی خوبصورتی عیب میں تبدیل ہو جائے گی۔

شعر نمبر۔5

ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی   وہ ہم سے بھی زیادہ خستہ تیغِ ستم نکلے

تشریح:

غالب اس شعر میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس دنیا میں جن لوگوں سے اُمید تھی کہ وہ میرے زخموں پر مرہم رکھے گیں لیکن ضرورت پڑنے پر وہ لوگ مجھ سے زیادہ زمانے کی ستم گری تلے دبے ہوئے ملے۔ شاعر کہتا کہ میری یہ اُمید بھی ٹوٹ گئی اب میں اپنے دکھوں پر مرہم لگوانے کے لیے کہاں جاوں۔ میں دنیا میں جس کے پاس گیا وہ مجھ سے بھی زیادہ غم کے مارے نکلے۔ شاعر کی ساری زندگی اس شعر کی عملی تفسیر تھی۔ غالب نے جس سہارے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہو سہارہ ہی ٹوٹ گیا۔ جس سے بھی دستگیری کی خواہش کی وہ خود بے بس ہو گیا۔ بھلا وہ کیسے میری مدد کرے۔ مرزا غالب اس شعر میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس دنیا میں ہر انسان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

شعر نمبر۔6

محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا   اُسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

تشریح:

مرزا غالبؔ کے اس شعر میں جو سادگی نظر آتی ہے در حقیقت شاعر ان سادہ لفظوں کے زریعے بہت گہری بات کو بیان کرتا ہے۔شاعر کہتا ہے کہ محبت میں جینا اور مرنا برابر ہے۔ اس میں کوئی فرقق نہیں ہے۔ غالبؔ درد بھرے لہجے سے محبوب کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہماری جان جس کافر محبوب میں ہے وہی ہماری جان کا دشمن ہے۔ شاعر کہتا ہے میں اپنے محبوب سے اتناپیار کرتا ہوں کہ اگر ایک دن میں اپنے محبوب کا دیدار نہ کروں تو مجھے سکون نہیں آتا۔ گویا کہ مجھے یہ زندگی بے کار لگتی ہے۔ اس کا وجود میری زندگی کے لیے ضروری شاعر اسی زمرے میں یہ بات کرتا ہے کہ عشق میں جینا اور مرنا برابر ہے۔

شعر نمبر۔7

کہاں مے خانے کا دروازہ غالبؔ اور کہاں واعظ   پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

تشریح:

اس شعر میں مرزا غالبؔ طنز اور شوخی کے اُس مقام کو چھوتے ہیں کہ اُس مقام تک آج تک کسی کی شاعری نہ پہنچی ہو۔ در حقیقت شاعر واعظ کی جھوٹی پارسائی پر طنز کرتے ہوئے کہتا ہے کہ واعظ کا شراب اور شراب خانے سے دوردور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ شاعر شاعر کہتا ہے جب کوئی انسان خود بُرا عمل کرنے پر کسی کو آمادہ بھی نہیں کرتا۔ لیکن یہ واعظ ہم سے بھی زیادہ منافق اور شرابی نکلا کیوں کہ جب ہم کل مے خانے سے نکل رہے تھے تو وہ مے خانے کی طرف جا رہا تھا۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ واعظ کتنا بڑا منافق ہے۔ جو خود تو سب کو بُرے کام سے منع کرتا ہے۔ لیکن اس واعظ میں ہر بُرائی موجود ہے۔ وہ اپنے قول وفعل میں سچا نہیں۔

(دیوانِ غالبؔ)

مشق

سوال نمبر ۱۔ ؎ کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل

انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں

غالبؔ کے اس شعر کی تشریح کریں نیز یہ بتائیں کہ اس میں علمِ بیان کی کون سی خوبی پائی جاتی ہے۔

جواب: تشریح:

مرزا غالبؔ اس شعر میں محبوب سے ملنے والی مسلسل تکلیفوں کا شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری زندگی میں سکون سے بیٹھنا نہیں لکھا ہوا۔ میں متواتر تکلیف برداشت کرکر کے بیزار ہو چکا ہوں۔ ایسی حالت میں ان تکلیفوں سے گھبرا جانا ایک قدرتی عمل ہے۔ شاعر کہتا ہے میں بھی انسان ہوں میرے اندر بھی دل موجود ہے اور میرا دل جذبات سے بھرا ہوا ہے۔ شاعر کہتا ہے میں کوئی مٹی کا پیالہ یا شیشے کا بنا ہوا برتن نہیں ہوں کہ مجھے ان تکلیفوں کا احساس نہ ہو۔ شراب کا پیالہ پورے شراب خانے میں گردش کرتا ہے۔ ٹھوکریں کھاتا ہے پر اسے کچھ نہیں ہوتا کیوں کہ وہ ایک بے جان شے ہے۔ غالبؔ اس بات سے ایک خاص نکتہ پیدا کرتا ہے کہ میں انسان ہوں اپنے دل میں احساس رکھتا ہوں۔ میرا دل گوشت پوست کا بنا ہے اسی لیے حالات سے گھبرا جانا فطری عمل ہے۔

شعر کی خوبی: اس شعر میں علمِ بیان کی خوبی تشبیہ کا استعمال کیا گیا ہے اور شاعر نے اپنی سرگرداں زندگی کو جامِ شراب (شراب کا پیالہ) سے تشبیہ دی ہے۔ کہ میری زندگی شراب کے پیالے کی طرح ہمیشہ گردش میں رہی ہے۔

سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل مصرعوں کا مفہوم واضح کریں۔

(الف) لوحِ جہاں پہ حرف مکتر نہیں ہوں میں

(ب) رُتبے میں مہر وماہ سے کم تر نہیں ہوں میں

(ج) وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

(د) بہت نکلے میرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے

(ہ) اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں، جس کافر پہ دم نکلے

جواب: (الف) لوحِ جہاں پہ حرف مکتر نہیں ہوں میں

شاعر کہتا ہے جب میں اس دنیا سے کنارہ کرجاوں گا تو اس دنیا کے انسانوں کو میری قیمت کا اندازہ ہوگا۔غالب اپنی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زمانے کے لوگ میری قدر وقیمت سے ناواقف ہیں اگر میں مرگیا تو پھر یہ لوگ افسوس کریں گے کیوں کہ مجھ جیسے لوگ کائنات کی تختی پر دوبارہ نہیں لکھے جاتے یعنی مجھ جیسے لوگوں کا دوبارہ پیدا ہونا ناممکن ہے۔

(ب) رُتبے میں مہر وماہ سے کم تر نہیں ہوں میں

شاعر مرزا غالبؔ کہتا ہے کہ میں مجلس میں موجود تمام شاعروں سے بہتر ہوں۔ قدم بوسی بھی اظہار محبت وعقیدت کا ایک مسلمہ انداز ہے۔میرا مرتبہ کسی سورج اور چاند سے کم تر نہیں ہے لیکن افسوس کہ زمانے والے میری اہمیت کو نہیں سمجھتے۔

(ج) وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

شاعر اپنے آپ سے مخاطب ہوکر کہتا ہے کہ اے غالب اب وہ دن گے جب تو کہتا تھا کہ میں کسی محتاج نہیں ہوں۔ غالبؔ اس شعر میں خود کو وظیفہ خور، اور نوکر کہہ کر خود پر طنز کرتا ہے۔ وہ دن چلے گے جب اے غالبؔ تو کہتا تھا کہ میں کسی کا نوکر نہیں ہوں۔ تو اب بہادر شاہ ظفر کا نوکر ہے اور اس کا وظیفہ کھاتا ہے۔

(د) بہت نکلے میرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے

شاعر کہتا ہے انسان جب تک زندہ رہتا ہے اس کا دل نت نئی خواہشوں سے بھرا رہتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ انسان جو خواہش کرے وہ پوری ہوجائے۔شاعر کہتا ہے اگرچہ میری بہت سی خواہشیں پوری ہوچکی ہیں لیکن اپنے محبوب کو پانے کی خواہش اگر میں کروں تو اس خواہش پہ میرا دم نکل جائے گا۔ مگر وہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی۔غالبؔ کہتے ہیں کہ پیدائش سے اب تک میرے کئی ارمان پورے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی بہت کم ہیں کیوں کہ بہت سے ارمانوں کا ابھی پورا ہونا باقی ہے۔

(ہ) اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں، جس کافر پہ دم نکلے

شاعر کہتا ہے میں اپنے محبوب سے اتنا پیار کرتا ہوں کہ اگر ایک دن میں اپنے محبوب کا دیدار نہ کروں تو مجھے سکون نہیں آتا۔ گویا کہ مجھے یہ زندگی بے کار لگتی ہے۔ اس کا وجود میری زندگی کے لیے ضروری شاعر اسی زمرے میں یہ بات کرتا ہے کہ عشق میں جینا اور مرنا برابر ہے۔جو ظالم محبوب اپنے مظالم سے مجھے ہر وقت قتل کرتا ہے جب میں اسے دیکھتا ہوں تو مجھے نئی زندگی ملتی ہے۔ اس کو دیکھنا میری سانسوں کے لیے ضروری ہے۔

سوال نمبر ۳۔ غالبؔ کی پہلی غزل کی ردیف تحریر کریں۔

جواب: غالبؔ کی پہلی غزل کی ردیف "نہیں ہوں میں" ہے۔

سوال نمبر ۴۔ غالبؔ کی دوسری غزل کے قافیوں کی نشاندہی کریں۔

جواب: غالبؔ کی دوسری غزل کے قافیے یہ ہیں۔دم، کم، دمبدم، خم، ستم، ہم وغیرہ۔

سوال نمبر ۵۔ آپ کو غالبؔ کا کون سا شعر زیادہ پسند ہے اور کیوں؟

جواب: غالبؔ کی دوسری غزل کا مندرجہ زیل شعر مجھے بہت پسند ہے۔

محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا اُسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

مرزا غالبؔ کے اس شعر میں جو سادگی نظر آتی ہے درحقیقت شاعر ان سادہ لفظوں کے زریعے بہت گہری بات کو بیان کرتا ہے۔شاعر کہتا ہے کہ محبت میں جینا اور مرنا برابر ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ غالبؔ درد بھرے لہجے سے محبوب کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہماری جان جس کافر محبوب میں ہے وہی ہماری جان کا دشمن ہے۔ شاعر کہتا ہے میں اپنے محبوب سے اتنا پیار کرتا ہوں کہ اگر ایک دن میں اپنے محبوب کا دیدار نہ کروں تو مجھے سکون نہیں آتا۔ گویا کہ مجھے یہ زندگی بے کار لگتی ہے۔ اس کا وجود میری زندگی کے لیے ضروری شاعر اسی زمرے میں یہ بات کرتا ہے کہ عشق میں جینا اور مرنا برابر ہے۔

سوال نمبر ۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ وتراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

حرفِ مکرر۔ لعل و زمرد۔ مہر وماہ۔ کمتر۔ عقوبت۔ گردش مدام۔ بھرم کھلنا۔ چشمِ تر۔

الفاظ وتراکیب	جملے
حرفِ مکَرر	بھارت کو کیوں اس قیادت حرفِ مکَرر بنانے پر تلی ہوئی ہے؟
لعل و زمرّد	؎ کچھ کام نہ آوے تیرے یہ لعل و زمرّد سیم وزر یا لعل و زمرّد کا شمار دنیا کے مہنگے ترین پتھروں میں ہوتا ہے۔
مہر وماہ	میر تقی میرؔ اور غالب اُردو شاعری کے آسمان کے مہر وماہ ہیں
کمتر	ہمیں کسی کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھنا چاہیے
عقوبت	اگر انسان گناہ کرنے کے بعد مشکل میں بتلا ہو تو یہ خدا کی طرف سے تنبیہ یا عقوبت ہوتی ہے۔

گردش مدام	گردش مدام سے گھبرانا انسان کا ایک فطری عمل ہے۔
بھرم کھلنا	جب اسلم میٹرک کے امتحان میں فیل ہوا تو اُس کی قابلیت کا بھرم کُھل گیا۔
چشمِ تر	احمد نے چشمِ تر سے اپنی پیاری والدہ کو سپردِ خاک کیا۔

سوال نمبر ۷۔ غالبؔ کے کلام کی نمایاں خصوصیات تحریر کریں۔

جواب: مرزا غالبؔ کی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیات اُن کا منطقی اور استدلالی اندازِ بیان ہے۔ غالبؔ محض اشاروں، کنایوں، سے کام نہیں لیتا بلکہ نرم ولطیف، احساسات اور کیفیات کا تجزیہ کر کے اُن پر استدلال کرتے ہیں۔

مرزا غالبؔ کے کلام کی نمایاں خصوصیات خیال کی لطاف اور بلندی، روزمرہ اور محاورات کا لطف، طرز ادا کی شوخی اور موضوعات کی رنگا رنگی ہے۔ زندگی کے دکھوں اور غموں کے باوجود وہ خوش طبی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ ان کی شاعری کی ایک اہم خوبی محاکات ہے یعنی الفاظ سے تصویر کھینچ کر رکھ دیتے ہیں

نقادوں نے غالبؔ کی شاعری کی جن چیدہ چیدہ خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ وہ مندرجہ زیل ہیں۔

۱) شوخی وظرافت ۲) بے باکی ۳) سائنسی نقطہ نظر

۴) جنت پر طنز ۵) نیا اور اچھوتا ۶) منفرد اندازبیان

۷) حکمت وفلسفہ ۸) نکتہ آفرینی ۹) زندگی کا حقیقت

۱۰) رمزیت و اشارت ۱۱) استدلالی اندازبیان ۱۲) معانی کی پہلوداری

۱۳) پیکر تراشی اور تصویرکاری ۱۴) حسرت وغم ۱۵) اخلاقی عناصر